

مقالات

دلائل السنن والآثار

(۱۰)

از جناب مولوی نجیب الدین صاحب اصلاحی

دلائل منکرین حدیث | منکرین حدیث، احادیث کو وہی درجہ دیتے ہیں جو درجہ اسرائیلیات کا ہے۔ یعنی جس طرح اسرائیلیات سے مذہب اہل کتاب کی تاریخ معلوم ہوتی ہے اسی طرح احادیث سے بھی محض مذہب اسلام کی تاریخ معلوم ہوتی ہے نہ کہ راہ نجات۔ ان کے نزدیک راہ نجات بتانے کے لیے صرف قرآن کافی ہے۔ حسب کتاب اللہ۔ ان کا طریق استدلال یہ ہے کہ۔

(۱) قرآن مجید مفصل اور مکمل کتاب الہی اور دین ہے۔ کتابکُم حکمت ایتہ تم فصلت
تنبیاناکل شیء۔ تم ان علیکنا بآئہ۔

(۲) خداوند تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر خدا صلعم پر صرف فریضہ تبلیغ مامور کیا گیا تھا۔ ما علی الرسول الا البلاغ۔

(۳) صاحب امر وہی ہونا صرف خدائے پاک کا حق ہے۔ ان احکمہ الا اللہ۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ اگر احادیث صحیح و معتبر بھی ہوں تو ہم اپنے دین کے معاملہ میں ان سے

بے نیاز ہیں!

اس طریق استدلال کے اکثر جہراوی غلطی گزشتہ صفحات میں واضح ہو چکی ہے۔ حدیث

اور تاریخ کے فرق کو ہم نے مفصل بیان کر دیا ہے۔ اسی طرح سورہ جمعہ کی آیات کی تشریح میں ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ خود قرآن کی رو سے آنحضرت صلعم کا منصب نبوت کن شعبوں پر مشتمل تھا۔ وہ بحث اگر آپ کے پیش نظر ہے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وما علی السؤل الا البلاغ سے استدلال کر کے آنحضرت کو کفار کی طرح مسلمانوں کے لیے بھی محض مبلغ قرار دینا کس قدر غلط ہے۔ تیسرے شبہ کا جواب بھی دین اور شریعت کے فرق کے سلسلہ میں گزر چکا ہے۔ اب صرف پہلا شبہ باقی رہ جاتا ہے، سو اسی پر ہم یہاں کلام کرتے ہیں۔ بات کو زیادہ طول دینے سے بہتر یہ ہے کہ جن آیات کو منکرین حدیث اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ ان کا ترجمہ اور مفہوم بیان کر کے ہم بحث کو ختم کر دیں۔ جب کادل چاہے مانے اور جب کادل چاہے رد کر دے۔

حافظ و طیفہ تو دعا گفتن است بس در بند آں میباش کنشیند یا شیند
 (۱) کتَابُ اُحْمَلَتْ اَيْتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ
 یہ کتاب ہے کہ ثابت کی گئی ہے آیتیں اسکی، پھر کھولی
 مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ ۝ (سورہ ہود) گئی ہیں حکمت والے خبردار کے پاس سے۔

یعنی یہ قرآن کریم وہ جلیل القدر کتاب ہے جسکی آیات لفظ اور معنی ہر ایک لحاظ سے کامل ہیں۔ الفاظ کی قبا معانی کی قامت پر ذرا نہ ڈھیلی ہے نہ تنگ۔ پھر الفاظ و معانی کی گہرائی کو اسی حکیم و خیر نے جس کی تعنیف یہ کتاب ہے، تفصیل کے ساتھ کھولی کھولی کر سمجھا بھی دیا ہے۔ اسی مفہوم کو قرآن کریم نے ایک دوسرے اسلوب کے ساتھ یوں تعبیر کیا ہے۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ۔ پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اسکو کھول کر بتلانا۔ یعنی جس طرح قرآن کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کر دینا ہمارا کام ہے اسی طرح اس کے معانی اور مطالب کی تشریح کرنا بھی ہمارا ہی کام ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کے مطالب اور معانی کی یہ تفصیل تشریح، جس کو اللہ تعالیٰ خود اپنا کام قرار دے رہا ہے، کس کو بتائی گئی ہے؟ نبی کو یا عام انسانوں کو؟ ظاہر ہے کہ عام انسانوں کو تو نہیں بتائی گئی

کیونکہ قرآن کا شرح میں کوئی کتاب آسمان سے نہیں آئی۔ لہذا یہی ماننا پڑیگا کہ تفصیلی و تشریحی علم پیغمبر کو دیا گیا تاکہ وہ دوسروں کو سکھاتا۔ یہ محض قیاسی بات نہیں ہے بلکہ قرآن خود بھی یہی کہتا ہے لَتَبَيِّنَ لِّلنَّاسِ مَا نَزَّلَ إِلَيْهِمْ۔ یعنی پیغمبر سے ارشاد ہوا ہے کہ جو کتاب لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل کی گئی ہے اس کو سمجھانا اور اسکے مطالب کی تشریح کرنا تمہارا کام ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت اس امر کا نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے احکام اور اسکی تعلیماسی جو تشریح اور عبادات و معاملات کی جو تفصیلی صورت اپنے قول اور عمل سے بیان فرمائی وہ اسی طرح من جانب اللہ تھی جس طرح خود قرآن من جانب اللہ ہے، اور دونوں کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم کا سا ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک طالب علم نے کسی کتاب کو خود مصنف سے پڑھا ہو، اور مصنف نے اپنے مقاصد کو آپ اپنی زبان سے اسکے ذہن نشین کر دیا ہو۔ اسکے بعد وہ طالب علم استاد بگرو ہی کتاب دوسرے لوگوں کو پڑھائے تو یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ کتاب کی جو تشریح وہ بیان کر رہا ہے وہ عین مصنف کی تشریح ہے۔ خصوصاً جبکہ خود مصنف اس کی تصدیق بھی کرے، تو کسی دوسرے شخص کو یہ کہنے کا کیا حق رہ جاتا ہے کہ مصنف کی کتاب تو مستند ہے مگر اسکے شاگرد کی تشریح مستند نہیں ہے؟

۲۷) وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيِّنَاتٍ

اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب کھلا بیان ہر چیز کا۔

كِتَابٍ مُّبِينٍ (سورہ نحل)

یہ آیت اور اسکے مثل آیات قرآن میں اور بھی موجود ہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ قرآن اور توراہ دونوں کا ذکر بہت سے مقامات پر ساتھ ساتھ آیا ہے۔ سورہ انعام اور سورہ جن وغیرہ کو پڑھنا چاہیے سورہ نحل کی آیت کا مفہوم متعین کرنے کے لیے سورہ یوسف کی آیت مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصَدِّقَاتِ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلِ كُلِّ شَيْءٍ إِلَيْهِ اور سورہ انعام کی

آیت تُمْ أَنْتِنَا مُوسَىٰ أَلْكِتَابَ تَمَامًا عَلَىٰ الَّذِي أَحْسَنُ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ الْحَقِّ
کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ ایک طالب علم جب سیاق و سباق آیات پر غور کرتا ہے تو لفظ کل شیء وغیرہ کو جس
طرح تورات کی صفت میں پاتا ہے اسی طرح ان الفاظ کو قرآن کے لیے بھی۔ پس ان آیات کا مفہوم
صاف طور پر تعین ہو جاتا ہے کہ جو احکام اوپر قُلْ نَعَا لُوا أَثْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ سے بڑھ کر
سنائے گئے تھے یہ ہمیشہ سے جاری تھے۔ تمام انبیاء اور شرائع کا ان پر اتفاق رہا۔ بعد حق
تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراہ اتاری جس میں احکام شرع کی مزید تفصیل درج تھی۔
توریت عطا فرما کر اس زمانہ کے نیک کام کرنے والوں پر خدا نے اپنی نعمت پوری کر دی۔ ہر ضروری
چیز کو شرح و بسط سے بیان فرما دیا اور ہدایت و رحمت کے ابواب مفتوح کر دیئے تاکہ اسے سمجھ کر
لوگ اپنے پروردگار سے ہٹنے کا کامل یقین حاصل کر لیں۔ بہر حال تورات کو تفصیل کل شیء کہنے کا مفہوم
صرف اسی قدر ہے کہ اس سے پہلے کی جو تعلیمات تھیں توراہ میں ان کی مزید تفصیل کر دی گئی ہے۔ اور
اسی طرح قرآن حکیم جو ناخ الادیان والشرائع ہے، اپنے سے پہلے کی تمام کتب سماویہ کی تعلیمات کا مضاف
اور ساتھ ہی پہلے کی تمام افزائش کا مصلح اور مکمل بن کر آیا۔ اس نے توحید و رسالت، معاش
و معاد اور عقائد و اعمال کی تفصیلات و مہمات کو خوب کھول کر بتایا۔ تورات تو ہیہئت مجموعی خاص
قوم کے لیے تھی جو اس وقت اور اس قوم کے اعتبار سے جامع و کامل اور تماماً علی الذی احسن کی
مصدق تھی۔ لیکن قرآن عزیز جو اپنے درختاں اور ظاہری و باطنی حسن و جمال سے تنبیہا ناکل شیء،
اور ہیمننا علیہ ہے، اسکا کھلا مفہوم یہ ہے کہ تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین سے
متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان اسکے اندر موجود ہے۔ چنانچہ سورہ نحل کی آیت
کے بعد ہی اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الْحَقِّ كَوَالاٰكِر تَبْيِيٰهَاتَا نَا نَا نَا نَا نَا نَا نَا نَا
بتلایا اور اسی بنا پر حضرت عبداللہ ابن مسعود کو کہنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام خیر و شر کو اسی

آیت میں بیان کر دیا ہے۔ حضرات علماء سلفؒ تو یہاں تک فرما دیا کہ اگر قرآن میں کوئی دوسری آیت نہ ہوتی تو صرف آیت **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ** الخ ہی اس کتاب کے تیسرا ناکل شی ہونے کا ثبوت دینے کو بس تھی۔

اس میں کس کو شبہ و اعتراض ہو گا کہ قرآن مجید اپنی بہت سی اصولی باتوں کے بیان کرنے میں کسی خارج کا محتاج نہیں ہے، مگر بات یہیں ختم تو ہوتی نہیں بلکہ صدہا آیات احکام وغیرہ ایسی ہیں جو صاحب قرآن کے شرح و بیان کی محتاج تھیں۔ رہ گیا یہ شبہ کہ صاحب امر وہی اللہ تعالیٰ ہے اس لیے حلال و حرام وغیرہ کا وہی حاکم ہے، کسی اور کو اس کا تیر دینا گویا اللہ و رسول کی دو متوازن شریعت و حکومت قائم کرنا ہے، سو اس کا جواب ہم ذیل کی سطروں میں دینا چاہتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ سنن و آثار، احادیث و اخبار نبویؐ کا ایک سلسلہ ایسا ہے جو بظاہر قرآن پر کئی سے مختلف یا تعلیمات قرآنیہ سے دور نظر آتا ہے۔ ایک جماعت نے ان احادیث کی توجیہ ناممکن سمجھ کر احادیث کی حفاظت کا دوسرا راستہ اختیار کیا اور بنا بر روایت مقدم ابن معدی کرب احادیث کو قرآن کریم کے مقابل ایک تنقل حیثیت دیدی حالانکہ قطعاً اس کی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے لوگوں کو غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے سرے سے سنن و آثار نبویؐ کی مذہبی و شرعی نوعیت ہی کو ماننے سے انکار کر دیا۔ روایت ابو داؤد "او قیت القرآن ومثله معه" کا صحیح مفہوم بحث درایت میں مفصل لکھا جا چکا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔ اللہ و رسول کی دو الگ الگ شریعتیں قائم کرنا تو سلف سے ثابت اور نہ خلف میں محققین علماء سنت کا مذہب رہا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ کی طرح صاحب امر وہی وغیرہ ماننا تصریحات قرآن اور سلف کے خلاف ہے۔ بلکہ واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ سنن، احکام مستنبطہ از قرآن مجید، اور احکام قرآنیہ بعبارت

سہ ابن کثیر۔

پیغمبر خدا صلعم، یہ وہ چیزیں ہیں جنکی قطعیت میں شک کرنا، انصافِ علم اور پیغمبریِ عصمت کے منافی ہے۔ آپ نبی و احکام بیان فرماتے، اور جن چیزوں کی حلت و حرمت کا فتویٰ دیا عملاً انکی تصدیق خود قرآن نے یہ کہہ کر فرمادی کہ یحل لہم الطیبات و یحرم علیہم الخبائث۔ اگر کوئی شخص اس کو یہ معنی پہنتا ہے کہ پیغمبر نے اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام اور اللہ کے حرام کو حلال کیا تو یہ اسکی نافرمانی ہے۔ یہاں دو ٹوٹے تین نہیں بلکہ ایک ہی شریعت ہے۔ جب بدلائل یہ ثابت ہو چکے ہیں کہ پیغمبر کا اجتہاد بھی دین کے معاملہ میں غلطی سے پاک ہوتا ہے تو جہاں پیغمبر اپنے قول یا عمل سے قرآن کے مقصود و مدعا کی تشریح کرے یا تصویر کھینچے یا ہم کو دین کا حکم بتائے تو اسے کیوں نہ من جانب اللہ سمجھائے؟ کیوں یہ گمان کیا جائے کہ پیغمبر نے یہ باتیں اپنے دل سے گھڑی تھیں؟ کیوں نہ پیغمبر کے اس قول کو ذات حق سے تعلق رکھنے کی بنا پر صحیح سمجھا جائے کہ وہ ان ماحرم رسول اللہ کما حرم اللہ (۱) اور کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام)؟

اب سوال یہ ہے کہ ہمارے لیے موجودہ حالت میں کون سی راہ صحیح راہ ہے؟ قرآن حکیم کی تعلیمات پر اپنی فہم کے مطابق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی سے بے نیاز ہو کر عمل کرنا؟ یا رسول اللہ صلعم کی پیروی اور آپ کے عمل کو نمونہ اور اسوہ بنانا؟ بہتر یہ ہے کہ اس سوال کا جواب کتاب اللہ ہی میں تلاش کیا جائے کیونکہ یہ کتاب ہر فریق کے نزدیک سلم ہے۔ کیا مندرجہ ذیل آیات عام مسلمانوں کے عقائد کی محنت کا قطعی ثبوت نہیں ہیں؟

(۱) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ
حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ
وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا
تہمارے لیے رسول میں اچھا نمونہ ہے، تم میں سے
ہر اس شخص کے لیے جو امید رکھتا ہے اللہ کی اور آخرت
کے دن کی اور جو بہت یاد کرتا ہے اللہ کو۔
(۲) اِنَّ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ
(سورہ آل عمران)

چلا ہم کو راہ سیدھی، راہ ان لوگوں

کی جن پر تو نے فضل کیا،

دارچیز کے چلا آ رہا ہے کہ جو شخص اللہ و رسول کا کہنا مان

لیگا، تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات ساتھ ہونگے جن پر

اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، اور صدیقین،
اور شہداء اور صلحاء۔

آخر کی دونوں آیتوں پر غور کرنے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ صراط مستقیم وہی راستہ

ہے جس پر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین امت چلے ہیں۔ اور اسی صراط مستقیم کا دوسرا نام

سنت رسول ہے۔ سنت کے معنی بھی راستہ ہی کے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ آیت بھی ملاحظہ ہو۔

اور جو شخص چلے مومنوں کی راہ کے خلاف تو

ہم اسکو اسکے اختیار کیجے پورا راستہ پر چلا کر بالا خود اخل

جہنم کر دینگے اور وہ بہت بری جگہ پہنچے گا۔

۳۳، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وَرَحْمَةً

۳۴، فَاُولَئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللهُ

عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِيْنَ

وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ (سورہ ن)

آخر کی دونوں آیتوں پر غور کرنے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ صراط مستقیم وہی راستہ

ہے جس پر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین امت چلے ہیں۔ اور اسی صراط مستقیم کا دوسرا نام

سنت رسول ہے۔ سنت کے معنی بھی راستہ ہی کے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ آیت بھی ملاحظہ ہو۔

وَيَتَّبِعْ عَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِيْنَ

تَوَلَّوْا مَا تَوَلَّوْا وَنُضِلْهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ

مَصِيْرًا (سورہ ن)

اسی وجہ سے کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں دین کے دو رکن مانے گئے۔ ایک علم

خالص ہے اور دوسرا اسی علم کی عملی تفصیل ہے علماء اصول فقہ نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ "ان سنت

المطهرة مستقلة بتشريع الاحكام والافعال"

خدا نے اصل دین کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا سو وہ وعدہ سچا ثابت ہوا۔ قرآن کی حفاظت

کتابت، تلاوت، اور حفظ سے ہوئی، اور سنن و آثار نبوی کی حفاظت کے جہاں اور بہت سے

اسباب اوپر ذکر ہو چکے ان میں سے سب سے زبردست حفاظت اس طرح ہوئی کہ آنحضرت صلعم

احکام قرآنی پر عمل کیا، صحابہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، دل سے یاد کیا، خود عمل کیا اور ساری دنیا

میں اسکی تبلیغ فرمائی۔ یہیں سے یہ بات بھی مد نظر رکھنی چاہیے کہ سنت کی قطعیت قرآن مجید کی قطعیت

سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ دیکھو، ہر آبادی میں قرآن مجید کے حافظوں کی تعداد محدود رہی ہے، مگر احکام شرعیہ پر عمل کرنے والے قریباً تمام مسلمان ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی مخصوص صورتوں میں کون شک کر سکتا ہے۔ کیونکہ ان پر دنیا کے تمام مسلمان کا باخلاف یہی تعالٰیٰ جلا آتا باقی رہے جوئی اختلافات، سو ان کے بارے میں قول حق یہ ہے کہ انکے ترک یا عمل پر نجات موقوف نہیں ہے۔ مدار نجات وہی ہے جس پر بلا اختلاف تعالٰیٰ جلا آتا ہے۔

ان سب کے آخر میں ہم ایک قول فیصل جو الحمد للہ سنن و آثار نبوی کے حجت شرعی ہونے پر محکم ہے، سورہ احقاف سے نقل کر کے اس بحث کے قرآنی پہلو کو ختم کرتے ہیں اور اہل علم پر فیصلہ چھوڑتے ہیں۔ وہ آیت کریمہ یہ ہے :-

اَبُوْنِي يَكْتَابُ مِنْ قَبْلِ هٰذَا
اَوْ اَنَا سِرَّةً مِنْ عِلْمِهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ
(سورہ احقاف) سچے ،

شکرین مینا اور قرآن کریم میں پہلے سے یہ بیان چلا آتا، کہ اللہ تعالٰیٰ نے زمین و آسمان پر مخلوق کو بنایا۔ کجا چھوڑ سے کہا جاسکتا ہو کہ زمین یا آسمان کوئی حصہ کبھی نے بھی بنایا ہے یا بنا بنا پر قادر ہو؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر خدا کے ساتھ معبودان باطل کو کیوں پکارا جاتا ہے؟ لہذا اگر تم اپنے دعوائے شرک میں سچے ہو تو کسی آسمانی کتاب کی سند لاؤ یا کسی ایسی علمی بات سے ثابت کرو جو اہل علم کے نزدیک مسلم جلی آتی ہو۔

آیت مذکورہ کا فقرہ اَوْ اَنَا سِرَّةً مِنْ عِلْمِهِ خاص طور پر قابل غور ہے۔ اللہ تبارک و تعالٰیٰ نے اس علم کو بھی حجت و دلیل قطعی مانا ہے جو اہل علم کے نزدیک ثابت اور مسلم مروی ہوتا چلا آیا ہو۔ لفظ اثر کی لغوی تحقیق کر جاؤ اور آیت ”سِرَّةً لِيَوْمِ تَرْكُوكَ“ کے مادہ پر بھی نظر رکھو۔ دیکھو کیا اَنَا سِرَّةً مِنْ عِلْمِهِ ہی سے علم کی روایت کرنا اور آثار کو احادیث کے مرادف ماننا قرآن

سے ثابت نہیں ہوتا ہے؛ اور کیا اسنن و آثار نبوی کا علم ابتداء سے اہل علم کے نزدیک مسلم نہیں رہا ہے؟ اور کیا یہ سلسلہ حدیث و اخبار نا کوئی علمی شرعی بات نہیں ہے؟ ہوش میں آؤ اور عقل دور اندیش سے کام لو۔ جس طرح بہتوں نے ہزاروں حدیثیں محض قرآن کی طرف مائل کرنے کے لیے بنائیں اور من کذاب علی متعدد آئینہ کی وعید میں آگے کیا اسی طرح آج وہ لوگ جو قرآن سے بظاہر حین ظن رکھتے ہیں، آنحضرت صلعم کی صحیح سنتوں اور آثار کے ترک کے جرم میں ماموونہ ہونگے؛ انہوں نے تو غلط بات کو صحیح بنا نا چاہا تھا۔ مگر قرآن کی طرف دعوت دینے والے تو آج صحیح بات اور سچی تعلیم کو یک لخت برباد کر رہے ہیں۔ اور طرفہ یہ ہے کہ دونوں کا موضوع ایک ہی ہے۔ فرق صرف تعبیرات کا ہے۔ انہوں نے آج سے صد ہا برس پہلے دین و مذہب کے دوسرے روپ میں بدلنا چاہا تھا اور آج مطالعہ حدیث تنقید صحیح کی روشنی میں کرنے والے بھی دین و مذہب کے تبدیل کرنا ہی ایک بڑی علمی خدمت سمجھ رہے ہیں۔

ہم ہر افس شخص کا، جس نے احادیث و آثار کو پر کھنے کی استعداد و ہم پہنچائی ہو، اور جو علمی تحقیق کی قابلیت رکھتا ہو، یہ حق تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں کہ وہ احادیث کے ذخیرہ پر تحقیق و تنقید کی نظر ڈالے اور ایک ایک روایت اور ایک ایک اثر کو اصول مسئلہ کے مطابق جانچ کر دیکھے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسکی نسبت صحیح ہے یا نہیں۔ ہمارا یہ مطالعہ ہرگز نہیں ہے کہ ہر وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کی جائے اس پر آمنا و صدقنا کہہ دیا جائے۔ جانچ پڑتال کرنے کا حق جس طرح پچھلے زمانہ کے اہل علم کو تھا اسی طرح آج کے اہل علم کو بھی ہے۔ مگر شتر بے مہار بن کر اسنن و آثار اور احادیث و اخبار نبوی کو یکسر ناقابل اعتبار بنا نا علم اور تحقیق نہیں بلکہ جہالت اور ضد کے سوا کچھ نہیں ہے۔ غور کرو، آنحضرت صلعم کے زمانہ سے لیکر آج تک تمام محدثین اور ائمہ مجتہدین جو مذہبی و شرعی معاملات میں برابر

قرآن کریم کے بعد احادیث نبوی کو دلیل و حجت مانتے تھے کیا وہ سب معاذ اللہ جاہل ، اندھے اور انسان پرست مشرک تھے ؟ اور آج کے خانہ ساز مفسر ، مجتہد و محدث ان کے مقابلہ میں راستباز ، عالم اور پکے مسلمان ہیں ؟ کَبُوتٌ كَلْبَةٌ خَرَجَ مِنْ اِخْوَاهِمْ۔ اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کی امتیازی خصوصیت جو آج سارے تیرہ سو برس قائم ہے گویا وہ محض افسانہ اور مصنوعی بات ہے ۔ یہ مخصوص علمی تحقیقات اللہ تعالیٰ نے آج کل کے محققین و ماہرین اسرار کے لیے روز ازل سے اٹھا رکھی تھی جو ان فنا فی الکتاب حضرات پر اوپر سے نازل ہوئی ہے ۔ حتیٰ کہ جو راز حضرت ابوبکر و عمر ، عثمان و حذیفہ اور تابعین بالا احسان و ائمہ مجتہدین (ابن حزم ، ابن تیمیہ ، ابن قیم ، بوزعالوم اور شاہ ولی اللہ پر نہ کھلے تھے وہ تنقید صحیح کی روشنی میں مطالعہ حدیث کرنے والوں اور احادیث کو محض تاریخی حیثیت دینے والوں پر آشکارا ہوئے ہیں ۔ یہ نادان احادیث نبوی کی مخالفت اور قرآن عظیم کی حمایت کے سلسلہ میں اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین اور تمام علماء اسلام اپنے دین کی بنیاد ایک غلط چیز پر رکھتے رہے ہیں تو کیا قرآن کی عملی تصویر دنیا میں کبھی قائم و جلوہ گرہوئی ہی نہیں ؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو یہ چیز آخر کہاں ملیگی ؟ اور اگر یہ ابتدا ہی سے منقود تھی تو قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم سے زیادہ ناکام مشن تو دنیا میں کسی کا نہ رہا ۔ بھلا کسی مسلمان کی غیرت اور ایمانی حرارت یہ ماننے کو ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا کر سکتی ہے کہ تیرہ سو برس سے تمام وہ لوگ جو اسلام کے ہیر و شمارتے رہے ہیں ، جھوٹے اور جھوٹ بنانے والے اور جھوٹ پر دین کی بنا رکھتے والے قرار پائیں ؟

یہ چند سطرین زبانِ مسلم پر بے ساختہ آگئیں جو لکھدی گئیں ۔ ورنہ معلوم ہے کہ منکرین حدیث کو نہ تحقیق مطلوب ہے ، اور نہ وہ حق کو حق ماننے کے لیے تیار ہیں ۔ نہایت سطحی معلومات

ہیں جن پر وہ اپنے علم و اجتہاد کا سکہ مغرب سے مرعوب نوجوانوں اور بے علم لوگوں میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ بیگ انسانوں کے اصول اور تحقیقات میں غلطی کا امکان ہے۔ مگر ایسا امکان دنیا کے ہر علم و فن میں پایا جاتا ہے۔ پھر کونسا علم اور کونسا فن اس امکان کی وجہ سے ساقط الاعتبار قرار دیا گیا؟ آخر خصوصیت کے ساتھ علم حدیث ہی کو ان نوازشات کا ہدف کیوں ٹھیرایا گیا؟ کیا انصاف اور قدر دانی و احسان شناسی کا تقاضا یہی ہے کہ جن لوگوں نے اپنا خون پانی ایک کر کے بعد کی نسلوں کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت کو محفوظ کیا، ان کی خدمات پر یوں پانی پھیرا جائے؟ اور کیا قرآن کی یہ آیت اب خارج از سلاوت و منورخ الحکم ہو گئی ہے کہ: **رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ** ؟

ہم نے یہ سلسلہ اس لیے شروع کیا تھا کہ اس راہ کی دیگر مشکلات کو خود سمجھیں نہ یہ کہ لوگ اس سے مستفید ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی تحقیق کسی کو پسند آجائے۔ اس پر ہم خدا کا مزید شکر ادا کریں گے۔ اور اپنی طالب علمانہ کمزوریوں کے لیے **رَبَّنَا لَا تَوَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا** اور **رَبَّنَا لَا تَزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا** کہہ کر بارگاہ رب العزت میں مزید ہدایت اور شرح صدر کی التجا کریں گے۔ جہاں سے رب کو ملا ہے وہیں سے ہم کو بھی ملیگا۔ **وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ** ۵